رجسٹرڈ ایل نمبر ۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانے والا اکیلا اخبار

نور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

[illegible] ۳، ۱۰، ۱۶ [illegible] قادیان سے شائع ہوتا ہے

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۶ء

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے ۲ روپے
" ششماہی " " ۱ روپیہ ۲ آنے
" سالانہ امراء سے ۵ روپے
" " ممالک غیر سے
۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیاں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب کی حقیقت ظاہر کرنا
۲۔ سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔
۳۔ دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا۔
۴۔ راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

جلد ۱ | ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ وِدوان برہمچاری | نمبر ۳

زنبیل

جن دوستوں کا چندہ اخبار نور ماہ نومبر تک ختم ہے

یکم نومبر کو ان سب کے نام وی پی کئے گئے ہیں۔ مجھے قوی امید رکھنی چاہیئے۔ کہ اس آڑے وقت میں ہر ایک دوست نور کا وی پی وصول فرما کر خصوصیت سے دعا اور شکریہ کا موقعہ دے گا ہاں اگر کسی دوست کو کسی وجہ سے وی پی کے وصول کرنے میں کسی وجہ سے کوئی تامل ہو تو وہ دس روز تک وی پی کو ڈاک خانہ میں بطور امانت رکھکر اور دفتر نور سے خط و کتابت کر کے اپنا شبہ دور کر سکتے ہیں۔ ورنہ باوجود پیشتر اطلاع پانے کے پھر وی پی واپس کر دینا یہ ایک اخلاقی گناہ ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ مذہبی پرچوں کی اشاعتیں پہلے ہی کم ہوتی ہیں۔ اس پر اگر دوست وی پی کی وصولی میں بے پرواہی سے کام لیں تو پھر ان مشکلات کا اندازہ کون لگائے۔

بار بار وی پی واپس کر دینے والے خریدار اس نوٹ کو غور سے ملاحظہ

فرمائیں گذشتہ ۱۹۲۵ء میں جن دوستوں نے باوجود پیشتر اطلاع دینے اور باقاعدہ پرچہ وصول کرتے رہنے کے ہر موقع پر اپنے وی پی واپس کر کے نور کے ساتھ بے انصافی کا ثبوت دیا ہے۔ انہیں پھر آخری دفعہ یکم نومبر کو وی پی کئے گئے ہیں۔ اگر اب بھی انہوں نے وی پی واپس کر دیئے تو پھر ان کے نام ہمیشہ کے لئے نور بند کر دیا جائے گا۔ ہاں بطور اطلاع ایسے ہمدردوں کے نام اخبار میں شایع کر دیئے جائیں گے تاکہ معلوم ہو سکے۔ ایسے دوستوں کی موجودگی میں دشمنوں کی کیا ضرورت ہے۔

یاد رکھئے کہ جو روپیہ آپ دفتر نور کے لئے بھیجنا چاہیں۔ وہ آپ براہ راست دفتر نور میں بھیجیں ورنہ دوسرے واسطے کے ذریعہ اکثر اوقات نہ صرف دیر سے پہنچتا ہے بلکہ گم ہو جانے کا بھی احتمال ہے۔

یہ خبر کمال رنج سے سنی جائے گی کہ جناب مفتی محمد صادق صاحب کی اہلیہ مکرمہ اس جہان فانی کو ترک کر گئیں خاتون موصوفہ بہت دیر سے بیمار تھیں جناب مفتی صاحب نے اس عرصہ میں جس خوبی سے اپنی صادقہ رفیقہ کی تیمار داری و خدمت گذاری کی وہ بہنوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ اسی طرح یہ خبر بھی نہایت اندوہ سے سنی جائیگی کہ بھائی عبدالرحمن صاحب کاغانی کی بیوی صرف ایک ہفتہ بیمار رہ کر انتقال کر گئیں۔ مرحومہ اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہیں۔ اللہ ان کا نگہبان ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہر دو بہنوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پس ماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مبارک باد یہ خبر کمال انبساط سے سنی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے معزز بھائی منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کو بہت دیر کے بعد نرینہ اولاد عطا فرمائی جس کے لئے ہم اپنے بھائی کو "ڈبل" مبارکباد دیتے ہیں۔ اور بچوں کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے کے لئے ہم دل سے دعا کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دعا کے لئے درخواست

احباب جناب کپتان ڈاکٹر سید حبیب اللہ شاہ صاحب اور جناب میاں غلام حسین صاحب سب اوورسیر ملٹری ورکس مردان اور جناب مولوی غلام رسول صاحب ریڈر جوڈیشل کمشنر صاحب بہادر پشاور کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان بھائیوں کو حسنات دارین سے فائز المرام فرماوے۔

اپیل کا نتیجہ

میں نے ۳۔ اکتوبر کے پرچہ میں لکھا تھا کہ اس وقت تک اپیل پر صرف ۳۸ ½ خریداروں کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کے بعد حسب ذیل دوستوں نے نور کی توسیع اشاعت میں مربیانہ سعی فرمائی۔

جناب سید محمد حسین صاحب ۱۔ جناب ملک عادل شاہ صاحب ۱۔ جناب میاں محمد یوسف صاحب ۱ جناب منشی محمد حسین صاحب ۱۔ جناب رفیع الزماں صاحب ۱ جناب بابو فیروز الدین صاحب ۲۔ جناب محمد اسمٰعیل صاحب غوری ۱۔ جناب بابو عبد الحمید صاحب ۱ جناب بابو عبد اللہ صاحب خود اور ایک خریدار جناب محمد اشرف خان صاحب ۱۔ جناب جعفر صادق صاحب امیر جماعت احمدیہ بصرہ ۴۔ براہ راست ½۵ گویا ½۳۸ پہلے اور ½۱۹ اب کل ۵۸ نئے خریدار ہیں۔ بقائے نور کے لئے ابھی ۲۹۲ اور نئے خریداروں کی ضرورت ہے۔ یہ رفتار بہت سست ہے۔ تین روپیہ کی قیمتی انعامی کتب دینے پر جب رفتار کا یہ عالم ہے اگر ویسے خریدار مہیا کرنے پڑتے ا پھر تو صفر ہی ہوتا گذشتہ ۱۲۱ اور اب کل ۱۳۱ خریداروں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اور ابھی ۱۹ ۳/۱ احباب پر یہ فرض جوں کا توں قایم ہے۔ اگر دوست ہمت کریں تو یہ کمی ایک ہفتہ کے اندر اندر پوری ہو سکتی ہے۔ مذہبی اخبار خصوصیت سے دوستوں کی توجہ کو چاہتے ہیں۔ نور کے وہ کون سے دوست ہوں گے جن کے ایک دو دوست نہ ہوں۔ اور پھر وہ کون سے دوست ہوں گے جنہیں نور کی خریداری کے لئے کہا جائے اور وہ انکار کر دے صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے سکھوں ایسی دلاور اور شجاع قوم میں تبلیغ اسلام اور آریوں ایسی دشمن اسلام کے دندان شکن جواب دے رہا ہے۔ کہ آج دشمن بھی اس کے معترف ہیں۔ ایسے مجاہد اور غازی پرچہ کی اعانت کرنا گویا اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔ اگر دوست پوری تن دہی اور جان فشانی سے کوشش کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر ۲۹۲ خریداروں کی کمی پوری نہ ہو سکے گویا ۳/۱ ۱۹ خریداروں کے حصہ میں ۲۹۲ خریداروں کا مہیا کرنا آتا ہے۔ یعنی اگر ہر ایک خریدار ایک ایک خریدار مہیا کر دے تو ۲۹۲ چھوڑ ۳/۱ ۱۹ خریدار پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر ہر ایک عزم مصمم سے کام لے تو کیا ایک خریدار کا مہیا کرنا بھی کچھ مشکل ہے۔ میں منتظر ہوں کہ اس آڑے وقت میں نور کے کون سے ہمدرد آگے بڑھتے ہیں۔ انشاء اللہ ۱۷ نومبر کو بذریعہ اخبار نتیجہ سے آگاہ کیا جائیگا۔

ایک اور فرض

کئی خواہشمند سکھوں اور آریوں کی عموماً مفت اجرا نور کے لئے درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ بوجہ فنڈ کے کمزور ہونے کے دفتر نور ایسی درخواستوں کے پورا کرنے کا متحمل ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت جزا خیر دے۔ میرے مخدوم و مکرم جناب خان بہادر میرزا سلطان احمد خان صاحب کو جو اس شعبہ میں خصوصیت سے میرا ہاتھ بٹاتے رہتے ہیں۔ جب کبھی جناب موصوف قادیان تشریف لاتے ہیں۔ اور مجھے ان سے شرف ملاقات کا فخر ہوتا ہے۔ تو وہ سب سے پہلے مجھ سے یہی دریافت فرماتے ہیں۔ کہ فرمایئے کسی سکھ یا آریہ کا خط بھی آیا۔ اور جب ان کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ فلاں غیر مذہب کا شخص نور یا فلاں کتب کا خواہشمند ہے۔ تو آپ فوراً یہ رقم اپنی گرہ سے ادا کر دیتے ہیں۔ اور ان کی طرف سے مجھے اس امر کی سخت ہدایت ہوتی ہے۔ کہ میں اس کے لئے ان کا نام ظاہر نہ کروں۔ مگر اب میں بے تابی کی حالت میں ان کا نام ظاہر کر رہا ہوں۔ کہ اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے دوسرے دوستوں کو بھی آگے بڑھنا چاہیئے۔ آج غیر مذاہب میں تبلیغ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی کار خیر نہیں۔ سکھوں۔ آریوں۔ سناتنیوں میں تبلیغ کے اہم فرض کو بجالانے کے لئے ہندوستان میں نور سے بڑھ کر آپ کو اور کوئی ایسا پرچہ نہیں ملے گا تو وہ لوگ جو تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے اپنے پہلو میں دردمند دل رکھتے ہیں۔ کیا ان کا فرض نہیں کہ وہ اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے سکھوں اور آریوں وغیرہ غیر مذاہب لوگوں میں نور جاری کر کے اس نازک وقت میں اسلام کی مدد کر کے اللہ کے حضور ثواب دارین کے مستحق بنیں۔

ولادت

میرے بھائی ملک محمد خان حوالدار پنشنر کھیوڑہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے نام غلام احمد رکھا گیا ہے۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ اس کی سلامتی اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرماویں۔

شیخ غلام حسین حال ملازم کھیوڑہ نمک ضلع جہلم

"ماں بچہ کی نگہداشت"

گھر گھر بچوں کی بے وقت موت کا کہرام مچتا ہے۔ اس کی زیادہ زچاؤں سے غفلت کا برتاؤ قابل افسوس ہے ان باتوں کی ذمہ داری خود ہمارے ہی سر ہے۔ اپنی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ یہ رسالہ کا پہلا ایڈیشن ایک مہینہ میں ہاتھوں ہاتھ بک گیا اب دوسرا ایڈیشن پہلے سے کہیں بڑھ چڑھ کے شایع ہوا ہے۔ اور نصف کے قریب نکل چکا ہے۔ یہ رسالہ ہر گھر میں موجود رہنا چاہیئے۔ زخمی دلوں کا مرہم اور غمزدوں کا سہارا ہے۔ ہم کس طرح خانگی جھگڑوں سے بچ سکتے ہیں اس سے معلوم کیجئے۔ ماؤں کا وظیفہ اور بچوں کا تعویذ بس یہی ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت صرف ۶ ر

ملنے کا پتہ :- مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے گورگانوہ سے طلب کیجئے۔
ٹکٹ بھیجنے میں کفایت ہوگی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوؤں اور سکھوں کے متعلق کھری کھری

(از سردار جیون سنگھ صاحب ہندو باغ)

چونکہ زمانہ سلف میں سارے ہندوستان میں کوئی مسلمان نہ تھا۔ سب کے سب ہندو (آریہ) تھے۔ اور اسی وقت حقیقی معنوں میں اس کو بھارت ورش کہا جاتا تھا۔ جب مسلمان آئے۔ تو ان کو اپنے مذہبی اصول بھی ساتھ ہی لانے پڑے۔ اور گائے کی قربانی بھی ان کو لازم آئی مگر ہندوؤں میں گؤ ماتا کی تقدیس و عظمت مسلمہ تھی اس لئے قدرتاً ان کو برا معلوم ہونے لگا۔ اور مسلمانوں کو ملیچھ کے نام سے حقارتاً پکارا جانے لگا۔ اور نفرت کی تخم ریزی مزرعہ دل میں شروع کر دی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے ناملورتن (عدم تعاون) شروع کر دیا۔ جو یہاں تک پہنچ گیا کہ اگر ایک نہائے دھوئے ہندو کے آگے سے کوئی مسلمان اتفاقیہ گذر گیا۔ تو گویا کہ اس ہندو کا نہانا دھونا رائیگاں گیا اور از سر نو اس کو نہا کر پوتر ہونا پڑا (بھلا ہو مغربی تعلیم کا جس کی تعلیم سے کسی قدر اس نفرت کا بھوت اتر رہا ہے) گویا اس قسم کی نفرت کی انتہا ہو گی۔ صدیوں تک تو مسلمان اس قسم کے درگت اپنی سادگی اور غریب الوطنی کے باعث برداشت کرتے رہے مگر جب ہندوؤں سے نکل کر لاکھہائے کی تعداد مسلمانوں میں جذب ہو گئی۔ اور اب وہ حقیقتاً غریب الوطن نہ رہے بلکہ اس جگہ کے باشندے سمجھے جانے لگے۔ اور آخر ہر کام کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ اور نفرت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ تو مدتوں کے بعد مسلمانوں کو بھی ہوش آیا۔ کہ جو قوم ان سے اس قدر نفرت کرتی ہے۔ کہ مسلمان کے ہاتھ کے پانی کے ایک چھینٹے سے ان کا دھرم تباہ ہو جاتا ہے۔ اور بلی و کتے جیسے پلید حیوانات اس کے باورچیخانہ کا کھلے بندوں جائزہ لے سکتے ہیں۔ مگر مسلمان جو بندہ خدا ہے۔ اس سے ناگفتہ بہ نفرت کرتے ہیں۔ تو کیوں نہ اینٹ کا جواب پتھر دیا جاوے۔ یعنی آخر مسلمانوں نے اپنی اس کمزوری کو محسوس کیا۔ اور انہوں نے بھی ہندوؤں کو ملیچھ کے مقابلہ میں کافر۔ مرتد۔ مشرک۔ وغیرہ وغیرہ کہنا شروع کیا۔ (جو کہ ان کے حق میں صحیح بھی تھا۔ یعنی وہ اسلام سے روگردان تھے۔ اور کافر کے لغوی معنی بھی یہی ہیں) اور ان کی ہاتھ کی چیز سے نفرت شروع کر دی۔ اس لئے اس نئی بات سے جو ہندوؤں کی اپنی ایجاد تھی وہ لوگ زیادہ برافروختہ ہونے لگے۔ اور دونوں طرف نفرت و مغائرت کی خلیج بڑھتے بڑھتے اس قدر وسیع ہو گئی۔ کہ آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کوئی تہوار ہندوؤں کا یا مسلمانوں کا ایسا نہیں گذرتا جس کے باعث قبرستانوں کی رونق نہیں ہوتی یا ہسپتالوں کے وارڈوں میں باوجود ڈیشل مقدمات کی ہمسلہ میں یا عمر قیدیوں میں ایک معتد بہ اضافہ نہیں ہوتا ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اسقدر فوجداریاں خونریزیاں آئے دن ایک ہی ملک میں اور ایک ہی آب و ہوا میں رہنے اور نشو و نما پانے والوں میں کیوں ہوتی ہیں۔ جواب میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑیگا۔ کہ محض

"گئو ماتا کی کرپا" یعنی

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

گو گئو کے مفید جانور ہونے میں کسی ذی عقل کو عذر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ مسلمانوں کو بھی ویسی ہی مفید و پیاری ہے۔ جیسا کہ ہندوؤں کو یعنی اگر اس کا دودھ طبی اصول سے از بس مفید ہے۔ تو بفرض محال اگر مسلمانوں کی قربانی بقر سے اگر کبھی نسل معدوم ہو گی تو نہ صرف مسلمان بچوں بوڑھوں کو دودھ ہی نہ ملیگا بلکہ ان زراعتی کاموں میں بھی ان کو ویسا ہی نقصان ہوگا جیسا کہ ہندو زراعت پیشہ کو جس صورت میں گائے اس وقت ہندو مسلمانوں کے ضروریات معاشرتی کے لحاظ سے ایک مشترکہ جانور ہے۔ تو پھر اس کی حمایت میں باہم ڈانگو ڈانگی ہونا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

حالانکہ قربانیوں پر اس قدر گائیں ذبح نہیں ہوتیں جس قدر کہ غیر ممالک کے لوگ اس بھارت ورش میں کاٹ کر چٹ کرتے ہیں۔ اس لئے ذرا سوچنا چاہیئے۔ کہ جس وقت مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں صرف انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ تب تو یہ لوگ ہندوؤں کے جبر و تعدی اور نفرت سے واپس عرب کو نہ جا سکے۔ بھلا اس وقت کو پورے سات کروڑ کی تعداد میں ہو گئے ہیں۔ اور پشت ہا پشت کے مالک و فاتحین کی حیثیت سے آباد ہیں۔ تو اب وہ ان گیدڑ بھبکیوں سے کب نکلیں گے ؎

ایں خیال است و محال است جنوں

اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ اب گائے کی حفاظت میں اس قدر سیخ پا ہونا ان کو مفید نہ ہوگا۔ اور نہ ہوا ہے جبکہ ان کے ہندو لیڈران میں سے ایک چوٹی کے لیڈر کا یہ یقین ہے کہ:۔

"جو گائے اپنی حفاظت مسلمانوں کی چھری کے تلے نہیں کر سکتی۔ میں اسکو دیوتا نہیں مانتا!!"

(سی۔ آر۔ داس)

اس لئے اگر وہ بھی برا منانا چھوڑ دیں۔ اور مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ تو وہ بڑی حد تک گائے پر رحم کریں گے۔ اور آئے دن گائے کی قربانی خود بخود کم ہوتی جا کر ایک دن بالکل نہ ہونے کے برابر رہ جائیگی گویا ان کی گائے کی خیر اسی میں ہے۔ ورنہ اس باہمی کاملورتن کے کرشموں سے بالآخر ایک فریق کا بیڑا ضرور غرق ہو جائے گا۔ اور افسوس کے ساتھ دست تاسف مل کر کہنا پڑے گا۔ کہ خود کردہ را علاج نیست

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

(سکھ)

کسی شخص کو جب امرت چکھا کر سنگھ بنایا جاتا ہے تو اس کو گورو کی طرف سے خاص اپدیش کیا جاتا ہے۔ کہ وہ حلال گوشت نہ کھائے گا۔ بلکہ اس کو خود اپنے ہاتھ سے مار کر کے کھانا ہوگا۔ چونکہ مرغی۔ دنبہ۔ بکرا کی گردن ایک ہی وار سے بالعموم اڑانی لازمی ہے۔ اس لئے اس کو پنجابی اصطلاح میں جھٹکے سے موسوم کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گیا ہے۔ گویا ہر سکھ کو مذہباً ایسا کرنا اور اس قسم کا گوشت کھانا جائز ہے۔" جس پر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنی تقریر مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۵ء بمقام شملہ کافی بحث کر کے بتلایا ہے۔ کہ جھٹکہ سکھوں کا مذہبی حق ہے جیسا کہ مسلمانوں کا حق ذبیحہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو کسی صورت میں برا منانا واجب نہیں ہے۔ اور علماء ہند سے بھی استمزاج کیا ہے وغیرہ"

میں بھی یوں کہونگا۔ کہ ہر ایک فرد بشر کو اپنے مذہب کی پابندی کرنا اس کا حق ہے۔ اس لیے نہ تو مسلمانوں کو جھٹکہ پر اور نہ ہی سکھوں کو مثل ہنود قربانی بقر پر آتش زیر پا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر سکھوں کے یہاں جھٹکہ جائز ہے۔ تو پھر مسلمانوں کے ہاں شرعاً قربانی بقر لازم ہے۔ اس لیے وہ کھلے بندوں کرنے کے مجاز ہیں۔ ہاں وہ اپنی مرضی سے اسکو چھوڑیں یا کم کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بتلا آیا ہوں۔ ورنہ جبر و سختی سے کسی شخص کا جادۂ مذہب سے گرانا ایک مشکل امر ہے۔ جس سے بھاری خرابیاں پیدا ہوا کرتی ہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

ہاں! سکھوں میں جھٹکہ کے علاوہ ایک اور بات بھی مروج ہے۔ جو سور کا گوشت ہے۔ جہاں تک میں نے اپنی مذہبی کتب پر عبور حاصل کیا ہے۔ مجھے اس قسم کے گوشت کھانے کا تو ذکر نا اس کا نام بھی نہیں ملا۔ اور خواجہ صاحب موصوف نے بھی اپنی شملہ والی تقریر میں اس ضروری نکتہ کی طرف توجہ مبذول نہیں فرمائی۔ یا تو سہواً رہ گیا ہے۔ یا پھر قصداً اس موٹی خرابی کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ مگر میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ سکھ مذہب ہندوؤں سے تازہ ہی نکلا ہے۔ (یعنی صرف ۲۵۰ سال کے قریب ہوئے ہیں) اس لیے ہندوانہ خیالات کا بھوت اب تک ان کے سر پر سوار ہے۔ میں اس اجمال کی تفصیل یوں کروں گا۔ کہ چونکہ مسلمان ہندوؤں کی قسم (سوگند) گئو ماتا کو نہیں چھوڑتے۔ اس لیے ہندوؤں نے اس کے مقابلہ میں بطور انتقام مسلمانوں کی قسم (سوگند) سور پر ہاتھ ڈالا۔ اور اس کو آزار دیکر آپ نے دل کی بھڑاس نکالنی چاہیئے۔ گویا ابتدا میں اس کا رویہ ہندوؤں میں عام ہو گیا۔ اس لیے سکھوں نے یہ خرابی وراثت میں پائی۔ اور اس کو اپنے پلے باندھ لیا حالانکہ سکھوں کو مذہب کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہے۔ بس بظاہر یہی باعث ہے۔ کہ سکھ اس گوشت سے پرہیز نہیں کرتے علاوہ ازیں اور کوئی دلیل میرے نزدیک نہیں ہے۔ (ورنہ سکھوں کی مقدس کتاب شری گرنتھ صاحب آد میں لکھا ہے کہ

ایک بھگت بھگوان جہین پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہین تن

مطلب۔ گمراہ لوگ جن کے دل خدا کے محبت سے خالی ہیں ان کے دل اور جسم بلحاظ پلیدی اور ناپاکی کتے اور سور سے کم نہیں گویا سکھوں کے مذہب میں گندگی کے لحاظ سے کتے اور سور میں کوئی فرق نہیں تو پھر جب کوئی کتے کی حلت کے جواز کو خواب میں بھی روا نہیں رکھ سکتا تو دریں صورت سور کو اپنا من بھاتا کھاجا سمجھنا یہ محض بقول سردار جیون سنگھ صاحب صرف ہندوؤں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے خدا کرے سکھ دوست شری گرنتھ صاحب کے اس واک (ارشاد) پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ نور)

پنجاب کی پہاڑی ریاستوں میں ہندو۔ راجپوت کھتری وغیرہ قومیں جب تک یہ گوشت (سور) نہیں کھالیتی تب تک وہ اپنے آپ کو ہندو نہیں سمجھتے۔ گویا یہ بھی ان کے واسطے ایک دوسرا یگیہ پویت (جنیو) تصور ہوتا ہے راقم مضمون اداکل میں ان ریاستوں میں جاکر اپنی آنکھوں سے اس قسم کے جاہلانہ کسی حد تک منتقمانہ فضولیات دیکھ چکا ہے۔ اور اب بھی دیکھ رہا ہے کہ جھٹکا تو سکھ لوگ اپنی مذہبی عقیدت کے سبب سے کھاتے ہیں اور سور کا گوشت اوپر والی غلط فہمی کے باعث مگر ہندو محض مخالفت دل آزاری اور اپنے دیرینہ عناد (ناد درنن) کے باعث در پردہ دونوں گوشت مزے سے چکھتے ہیں۔ اور اس پر نازاں بھی ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ کسی قسم کی گوشت خوری سوائے گھاس پات کے ان کے ہاں جائز نہیں ہے۔ اور جب کبھی فوجداری دفول خرابہ کی نوبت آتی ہے۔ تو جھٹ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رام رام ہم تو کسی قسم کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ چہ جائیکہ جھٹکہ اور سور کا گوشت کھائیں یہ ہے ان کے اندرونی اخلاق کا نظارہ ان حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمان اگر ہندوؤں سے "عطائے تو بہ لقائے تو" کے مصداق نفرت کریں تو وہ عین حق بجانب ہیں۔

آخری عرض ہے

کہ (۱) ہندوؤں کا معدہ گوشت جیسی ثقیل غذا ہضم کرنے کے ناقابل ہے۔ اس لیے وہ نہ کھائیں۔ تو درست ہو گا جتنا دنبہ۔ بکری مرغی وہ کم کھائیں گے۔ تو ان پر مسلمان ہاتھ صاف کریں گے۔ اس طرح کسی حد تک گائے پر مفید اثر پڑے گا۔ مسلمانوں کے مذہبی اصول میں ان کو کوئی مزاحمت نہ کرنی چاہیئے۔ سکھ اپنے مذہبی حکم کے تعمیل میں جھٹکہ کر سکتے ہیں۔ ان کو مسلمان روکیں تو وہ قصوروار ہیں۔ ہاں! اگر قربانی بقر سے سکھ مثل ہنود چڑتے رہیں گے۔ تو تب تک جھٹکہ سے بھی مسلمان سیخ پا ہوتے رہیں گے۔ چونکہ دیہات میں اکثر سکھ زراعت پیشہ کے دیوار بہ دیوار مسلمان زراعت پیشہ بھی اسی ذات و گوت کے آباد ہیں۔ اس لیے یہ خون خرابہ تا بہ ابد رہے گا اب میں اپنا یہ مضمون ان سنہری واکوں کا اعادہ کرتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔ اور دعا ہے کہ اکال پرکھ اپنے بندوں پر رحم کر کے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

مسلمان موم دل ہووے (مارو محلہ نمبر ۵
انتر کی مل دل تے دھوئے (صفحہ ۱۰۸۴ اگ

ترجمہ۔ مسلمان کو نرم دل ہونا چاہیئے۔ اور باطن اندرونی بغض و عناد کدورت نہ ہووے۔ سب کے سب دھوکر ہر دم صاف رکھنا چاہیئے۔

سو برہمن جو برہم بیچارے (دھناسری محلہ
آپ ترے سگلی کل تارے (نمبر ا صفحہ ۶۶۲ اگ

برہمن (ہندو) وہی ہے۔ جو خداوند کریم کے ذات بابرکات پر غور کرے۔ ایسا کرنے سے نہ وہ خود نجات پاویگا۔ بلکہ ساری قوم کو نجات دیگا۔

کہو نانک ! جن حکم پچھاتا
پر بھو صاحب کا تن بھید پچھاتا

اے نانک جس نے ایشور کا ارشاد مانا۔ اور اس کے خلاف ورزی نہ کی۔ گویا اسی نے اللہ کا بھید پا لیا اور بس۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری ضرورتیں

از قلم جناب مولانا المکرم مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے
ایل ایل بی گورگانوہ

گرمیوں میں جب متھرا کی طرف جانے والی ہر گاڑی ہندوؤں سے مونہا منہ بھری جاتی تھی۔ ایک مرتبہ مجھے بھی شامت اعمال ادھر کسی ضروری کام جانا پڑا سوامی دیانند صاحب کی صد سالہ سالگرہ منانے کے لئے ان کے پیروؤں کا ادھر تانتا بندھا ہوا تھا۔ ہفتوں تک یہ کیفیت رہی۔ جگہ جگہ سے لوگ انبوہ در انبوہ وہاں گئے۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ دیانندی ہی نہیں بلکہ غیر دیانندی بھی ذوق و شوق سے وہاں جا رہے تھے۔ اس قوم کے جوش و خروش اور باہمی ارتباط کو دیکھ کے اللہ کی قدرت یاد آتی تھی۔

جب مجھے ان لوگوں کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا تو بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ ہر درجہ بھرا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آریہ سماجی بھجن پڑھتے۔ اور قومی گیت گاتے جاتے تھے۔ وہ اپنا وقت بیکار نہیں کھوتے تھے جدھر میں بیٹھا تھا وہاں آریوں کے علاوہ دو ایک غیر سماجی بھی تھے۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ سماجیوں نے بالکل اکالیوں کا سا نعرہ دار گیت شروع کیا۔ پہلے ایک آدمی لمبا نعرہ لگاتا تھا۔ اور پھر اس کے بعد سب اسی لے میں جو اکالی اپنے ولولہ انگیز گیتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ کچھ گانے تھے۔ میرے منہ سے اپنے ہمراہی کے ساتھ یہ نکل گیا کہ یہ مسلمانوں کی قوالی کی طرز انہوں نے اڑائی۔ چنانچہ سماجیوں کے جس بھجن کو سلو قوالی میں گاتے تھے۔ اب انہوں نے یہ طرز اکالیوں سے نقل کی ہے۔ میرے پاس اتفاق سے دو ایک سکھ تھے۔ چونکہ بات سچ تھی اور ثبوت سامنے موجود تھا۔ ان سکھوں نے اور میرے ہمراہی نے گردن ہلائی ہی تھی کہ ذرا فاصلہ پر بیٹھے ایک سماجی کو ان سکھوں کی کچھ بات سنائی دے گئی۔ وہ کچھ چیں بجبیں ہو کے تردید کرنے لگا۔ سکھوں نے اسے خوب قائل کیا۔ لیکن ایسے لوگوں کا قائل ہونا محال امر ہے۔

اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور سماجی میرے ہمراہی سے رسول اکرم کے متعلق بحث کر رہا ہے کہ اسلام نے مطلق توحید نہیں سکھلائی۔ آنحضرت کا نام ہر نماز میں لیا جاتا ہے۔ کلمہ میں موجود ہے وغیرہ۔ دیانند جی نے کہیں ہمیں یہ نہیں کہا کہ میرا نام تم جپا کرو وغیرہ۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ ہمراہی کچھ لاجواب سا ہوا جا رہا ہے۔ اور اس کے پاس بیٹھنے والے چند مسلمان اس سماجی کی گستاخانہ باتوں سے کچھ برافروختہ ہو رہے تھے۔ کہ لالہ! تم رسول کی شان کیا جانو۔ اور کچھ غصہ کے الفاظ ان کے منہ سے نکلنے لگے۔

میں نے اس بیہودہ اعتراض کا اس سماجی کو معقول جواب دیا اور پیشتر اس کے کہ وہ ناپسندیدگی یا قبولیت کے کلمات کہتا۔ میں نے خود ان کا سا طرز عمل اختیار کر کے اس سے سوال کیا۔ نعوذ باللہ فرض کیجئے کہ اسلام سچا مذہب نہیں۔ دنیا میں کوئی مذہب درست نہیں آپ یہ ثابت کیجئے کہ ایک لامذہب کو آپ پہلے مذہب کی ضرورت کس طرح جتائیں گے۔ پھر اس کے بعد دکھایئے کہ مذہب کی ضرورت ہونے کی صورت میں دنیا کے سب مذہبوں کے مقابلہ میں آریہ مذہب بہتر ہے۔ اس شخص نے میرے اس ایک سوال کو جس میں تین سوال پیدا ہوتے تھے (۱) مذہب کیا ہے۔ (۲) مذہب کی آدمی کو کیوں ضرورت ہے (۳) مذہب کی ضرورت ثابت ہونے کے بعد سارے مذہبوں میں دیانندی مذہب بہتر ہے۔ یہ سوال پیچیدہ تھا لیکن اس آریہ نے ہمت کر کے بجائے بیٹھے بیٹھے باتیں کرنے کے کھڑے ہو کر لیکچر کے طور پر جواب دینے کی کوشش کی۔ مذہب کیا ہے؟ اس نے جو کچھ کہا فضول بات ہے۔ جس سے یہ مطلب نکلتا تھا کہ مذہب نیک راستہ پر ڈالتا ہے۔ اور برائیوں سے بچاتا ہے۔ میرے سوال پر کہ نیکی کیا ہے۔ اس نے جو جواب دیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ اگر دس آدمی زنا کو اچھا کہیں وہ نیکی ہے۔

وہ الجھ گیا اور بغلیں جھانکنے لگا۔ کہ ایک غیر سماجی پنڈت نے اس سے کہا کہ بھئی تم ان کی باتوں سے کچھ نہ سمجھے خود ایک شغلہ چھوڑ کے مزے سے خاموش بیٹھے ہیں۔ اور تمہیں بھونکوا رہے ہیں۔ یہ لقمہ کافی تھا۔ وہ سماجی فوراً بیٹھ گیا اور گاڑی میں جب تک بیٹھا رہا۔ دیگر مذاہب پر جارحانہ حملوں کا سلسلہ جاتا رہا اور غالباً بھجن بھی کچھ کم کم ہلکی آواز میں گائے جاتے رہے!

اس عرصہ میں مجھے کئی سبق ملے :-

(۱) سماجیوں نے سارے ہندوؤں کو جگا دیا۔ گو غیر سماجیوں کو ان سے مذہبی اختلاف ہو۔ لیکن اب وہ انکی ساری کارروائیوں کو صریحاً سراہتے ہیں۔ جس سے سماجیوں کے اس دعوے کی تردید ہوتی ہے۔ کہ ہمیں اب صرف وقت کا انتظار ہے۔ غیر سماجی خود بخود دیانندی آغوش میں آ جائیں گے۔

(۲) سماجیوں میں جوش ہے۔ قومی درد ہے۔ اور کام کرنے کو ان کا دل چاہتا ہے۔

(۳) سماج نے ہندوؤں میں ایک عالمگیر اتحاد پیدا کر دیا ہے۔ وہ دوسروں کی طرف جائز و ناجائز طریقوں سے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔

(۴) مسلمان سماجی مذہب سے واقف ہونا تو الگ اپنے مذہب سے بھی واقف نہیں اس ناواقفیت کی وجہ سے وہ اوٹ پٹانگ جواب دے کے ایسے برہم ہو جاتے ہیں کہ انہیں سر پیر کی خبر نہیں رہتی اور یہ کمزوری حریف کو دعوت فتح دیتی ہے۔

(۵) مسلمانوں میں باہمی یگانگت نہیں۔ عالمگیر اتحاد جو اسلام کا عین منشا تھا قطعی غائب ہے۔

(۶) مسلمان دعوت اسلام دینا تو درکنار آپس میں دست بہ قبضہ رہتے ہیں بمطلق مذہبی جوش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں۔ اپنے گوں کے یار ہیں۔ منہ سے بکتے خوب ہیں۔ کرتے کچھ نہیں۔ مجھے اس وقت اور بھی بہت سی باتوں کا خیال آرہا تھا۔ لیکن یہ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جو میں نے اوپر بیان کیں۔

آپ سماجی اور علیگڈھی تحریک کو لے کر ان کا باہم مقابلہ کیجئے۔ آپ کے سامنے یہ دو نمونے ہیں۔ اس سے آپ کو عام سماجی اور مسلمانی حالت کا موازنہ ہو جائے گا دیانندی تحریک نے ہر ہندو کے دل میں قومی احساس پیدا کر دیا۔ اس کو شیدائے قوم اور بات کا دھنی بنا دیا ہندو تحریک و عالمگیر اتحاد ہندویت کا پیدا کی دوسرے مذہبوں کے قیام میں ہم آہنگ ہوئے۔ انہیں مٹانے پر ان کو تیار کر دیا

اس کے مقابلہ میں علیگڈھی تحریک نے اس میں شک نہیں مسلمانوں میں تعلیم تو پھیلائی لیکن اس کے سوا اور کچھ مفید بات نہیں سکھائی۔ البتہ فیشن، خود پرستی کی زیادہ گوئی کا ہما بھی خوب سکھائی۔ آپ دیانند صد سالہ سالگرہ کے جوش و خروش میں عیاں نتیجہ یہ نکالیں گے کہ دیانندی تحریک نے عام ہندو جذبات متحرک کر دیئے۔ ہر ہندو دیانند کے نام پر فدا ہے اور دیانندی اب ... فسدر ... مضبوط اور جیالے ہو گئے ہیں کہ وہ دوسرے مذہبوں کو ہڑپ کر کے فنا کر دینے کا یقینی جذبہ دل میں موجزن پاتے ہیں۔ سر سید مرحوم نے مسلمانوں میں ایسی موجزنی نہیں پیدا کی۔ دیانندی زمانہ کے برابر عرصہ کے بعد سر سید کی مقبولیت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ مسلمانوں کا غالب طبقہ اب تک ان کے عقائد کے خلاف ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اس پر نہیں ابھارا کہ نہ صرف اپنی ہستی برقرار رکھیں۔ بلکہ اپنی برقراری کے لئے دوسروں کو مغلوب کر لیں۔ یگانگت اور بھائی چارہ عملی طور سے مطلق پیدا نہیں کیا۔ یہ صرف نصیحتیں ہیں۔ جو ان کے نزدیک سٹیج ہال کے دروازہ پر کندہ ہونے کے قابل ہیں اور بس! علیگڈھ سے جو طالب علم نکلتے ہیں۔ اپنے مذہب سے ناواقف بیرونی تہذیب پر جس سے وہ پورے طور پر واقف نہیں دلدادہ ہوتے ہیں جس دنیا میں قدم رکھتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ قومی درد کیا ہے۔ اور کس حریف سے دنیا وی دوڑ میں پالا پڑ رہا ہے۔ اور اس سے کس طرح سابقہ رکھنا چاہئے دیانندی سالگرہ کے لئے لوگ متھرا ٹوٹے پڑتے تھے اس کے مقابلہ میں علیگڈھ کی پچاس سالہ سالگرہ کے لئے چھ ماہ پہلے سے تبلیغ و اشاعت جاری ہے۔ اور یاد رکھیئے۔ کہ ہرگز ہرگز متھرا کا سواں حصہ بھی علیگڈھ میں آخر دسمبر ۱۹۲۵ء میں جمع نہ ہو سکے گا۔

آخر بات کیا ہے کہ دیانندی کالج لاہور سے جو طالب علم نکلتا ہے۔ وہ قومی نشہ میں سرشار نکلتا ہے۔ اور علی گڈھ کا طالب علم صرف اداؤں کا پتلا ہوتا ہے۔ اس حالت میں بھی دوسروں کو علی گڈھ کا وجود و وبھر ہے۔ چنانچہ جب قومیت پر بحث ہوتی ہے۔ تو ابنائے وطن علی گڈھ کے طالب علم کو تعصب کا پتلا کہتے ہیں۔ حالانکہ جو اصلیت ہے وہ اوپر بیان کی جا چکی ہے۔

ہندوؤں کے پنڈت پنڈے قومی کام کر رہے ہیں۔ اور ہمارے مولوی حلوے مانڈے اور پیری مریدی پر مر رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا شدھی کی تحریک کے وقت میں مسلمانوں نے بہت غل غپاڑہ مچایا لیکن سماجی اپنا کام خاموشی سے کر رہے ہیں۔ اور مسلمان ان کی خاموشی کو دیکھکر بالکل ہتھیار ڈال چکے ہیں ہندو چھوٹے بڑے سب کام کر رہے ہیں۔ اور ہم مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے بدگمانیاں کر رہے ہیں۔ اور معرکہ آرائیاں ہیں۔

اسلام نے اتفاق و یگانگت کی جتنی زبردست تعلیم دی اس کے قطعی خلاف آج کل ہمارا عمل ہے جب مختلف قومیتوں کی باہم جنگ ہے۔ چاہیئے تھا کہ ہم آپس میں متحد ہوتے اور حریف سے سینہ سپر ہو کے لڑتے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ اپنی حفاظت ہم مطلق نہیں کر سکتے۔ ہمارے حقوق ہر جگہ پامال ہیں۔ ہم مطلق ان کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ باہر اسلامی ممالک اپنی آزادی کے لئے تہ تیغ ہو رہے ہیں۔ ہماری زبان تک نہیں ہلتی۔ لیکن ہمارا کام ہے تو یہ کہ حنفی اور وہابی کا جھگڑا جاری ہے۔ احمدی غیر احمدی کا سوال ہے۔ سنی شیعہ کا قصہ ہے۔

یہ واقعات روزمرہ کے ہیں۔ ابن سعود نے شریف اور اس کی اولاد کو عرب سے نکالا اور کچھ دم خم دکھایا۔ ہم آپس میں ہی لڑنے لگے کہ ابن سعود گردن زدنی ہے اور جو اس کی تعریف کریں وہ اس سے پہلے گشتنی ہیں۔ حالت کا کوئی اندازہ نہیں کرتا۔ اچھے اچھے مسلمان اس جدال و قتال میں شریک ہیں۔ آپ اخبارات دیکھئے اور افسوس سے اپنی انگلیاں دانتوں میں کاٹیئے۔

وہابی اور حنفی کا جھگڑا طول پکڑتا جا رہا ہے۔ خدا جانے ہمارا پنجاب اس معاملہ میں سب سے آگے کیوں رہتا ہے۔ حنفی، وہابی، چکڑالوی، قادیانی جھگڑے یہیں پر برپا رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر فرقہ کا اخبار ہے اور وہ اپنی اپنی سخن پروری میں زمین و آسمان ایک کر دیتے ہیں۔

اب اس سے بڑھ کے اور کیا مثال ہوگی۔ پچھلے جمعہ کو یہاں کی جامع مسجد میں ایک لائق نووارد امام نے حسب معمول اردو میں کچھ وعظ شروع کیا۔ اور متشرع ملازم کچہری نے ان پر سخت الفاظ میں اعتراض کیا اور خطبہ خوانی میں حرج ڈالا۔ اعتراض یہ تھا کہ آپ خطبہ کے اندر اردو میں وعظ نہیں کر سکتے۔ اس لئے اس روز آدمی دونوں طرف ہو گئے۔ اور زبانی تکرار پر معاملہ رفت گذشت ہو گیا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ ایک صاحب خود ایک پرانی مسائل کی کتابیں سند میں تیار رکھتے ہیں اور دہلی وغیرہ سے فتاوی بھی منگاتے ہیں کہ خطبہ میں اردو وعظ کہنا جائز نہیں۔ اور کیا جائے تو خلاف سنت ہے۔ اور مکروہ ہے۔ دوسری طرف اس کو جائز قرار دینے کے لئے حوالہ اکٹھے کئے جا رہے ہیں تو اب دونوں طرف آستینیں چڑھی ہوئی ہیں گویا تکرار ہو گی ہمیں اپنی حالت پر افسوس آتا ہے۔ لوگ خطبہ کا مقصد ہی نہیں سمجھتے۔

رسول کریم نے غزوات میں توپ اور ہوائی جہازوں کا استعمال نہیں کیا۔ بلکہ کھجوروں کی گٹھلیوں کی زرہیں تھیں۔ تو توپ اور جہازوں سے لڑنا خلاف سنت ہے۔ اور موجودہ حالات حرب کے

کے مقابلہ میں پرانی تلواروں اور کھجوروں کی گٹھلیوں کی زرہوں کے ساتھ لڑنا عین اتباع سنت ہے۔ کہا جائیگا کہ اس وقت اگر توپ ہوتی تو استعمال کی جاتی۔ اسیطرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں اردو ہوتی تو وہ بھی استعمال ہوتی۔ عرب میں عربی بولنے والے تھے۔ تھوڑے بہت جو ممالک کے مسلمان نماز کے لئے جمع ہوتے تو یہ کیسے ممکن ہوتا کہ غالب حصہ کی زبان ترک کر کے عجمی استعمال کی جاتی اور جس جگہ عجمی کے علاوہ حبشی، رومی وغیرہ مختلف ممالک کے آدمی ہوں وہاں عربی کے سوا کس طرح دوسری زبان میں وعظ کیا جا سکتا تھا۔ ایسی حالت میں اتباع سنت کی دلیل ڈھونڈنی اور اس پر آپس میں لڑنا کچھ عجب عقل ہے۔

ہماری ضرورت یہ ہیں کہ ہم چھوٹی چھوٹی بات پر باہم جدال و قتال دور کریں۔ مذہب سے واقفیت حاصل کریں۔ اتحاد باہمی اور ارتباط پیدا کریں۔ مذہبی جوش اور احساس کریں۔ خدمت اسلام کوئی اسلامی خیالات کا آدمی کرے اس کی قدر کریں خواہ وہ مسلمان احمدی ہو۔ یا شیعہ، حنفی ہو یا وہابی۔ ہمارا مذہب اسلام ہونا چاہیئے۔ نہ پیر پرستی، تنظیم کی تحریک کو سب سے پہلے یہ باتیں مدنظر رکھنی چاہئیں۔ دوروں سے کچھ حاصل نہیں۔ جمعیۃ العلماء ہمارے لئے بیکار ہے جب کوئی شخص کچھ کام نہ کر سکے۔ ہم ایسے شخص کا ذرا ادب نہیں کر سکتے خواہ وہ اپنی دانست میں اپنے آپ کو حامل دین عالم ہی سمجھے

چماروں میں بیداری
اور
ہماری ذمہ واری

جب سے منو جی نے ہندو جاتی کو چار ورن میں تقسیم

کیا ہے۔ نیچ اقوام میں ہندوؤں کی طرف سے جور و ستم ہی ہوتے رہے۔ نہ دنیاوی ترقی کی طرف ان کا قدم بڑھنے دیا۔ اور نہ دھرم پستکوں کو چھونے تک دیا غرض جب تک ہندو اقتدار رہا۔ ان قوموں پر غضب آلود نگاہیں رہیں۔

آخر خدا تعالیٰ نے اسلام جیسے مقدس دین کو ہندوستان میں بھیجا۔ جس نے بیکس اور مظلوم لوگوں کو بتا دیا۔ کہ دنیا میں ایک ایسا دھرم ہے۔ جو خدا کے سب بندوں کو برابر سمجھتا ہے۔ اور اس کو قبول کرنے والے تمام انسان باہم بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر اقوام جو اپنے مغرور آریہ سرداروں کے ہاتھوں ظلم اٹھا رہی تھیں۔ آغوش اسلام میں آگئیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری ہو گیا۔ کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو مصائب کے جھمیلوں اور آفات کے ریلوں سے ان کو نجات دینے آیا تھا۔

اب موجودہ زمانہ میں جبکہ ہر قوم اپنے اپنے نظام قائم کرنے میں معروف ہے اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ نیچ اقوام بھی بیدار ہو رہی ہیں۔ ان میں ایک چمار برادری بھی ہے۔ اگرچہ ہندو لوگ اب بھی اپنی کثرت آبادی کی وجہ سے ان لوگوں کو پرانے زمانے کی طرح ذلیل رکھنا چاہتے ہیں۔ اور ان کو بہت نفرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہیں۔ مگر اب یہ لوگ اپنی ذلت کو خوب محسوس کر چکے ہیں۔ اور ہندوؤں کے پنجہ ضلالت سے نکلنا چاہتے ہیں۔

یو۔ پی میں چماروں کی تعداد بہت زیادہ ہے خصوصاً آگرہ۔ اٹاوہ۔ بدایوں۔ فرخ آباد۔ کانپور وغیرہ اضلاع میں۔ ان لوگوں میں اب ایک زبردست حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ بھی دیگر اقوام کے برابر برابر چلنا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوگ کب

ایک غیر احمدی دوست کیا کہتے ہیں

از بصرہ مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ ہر سہ اخبار معہ کتب مطلوبہ ملیں۔ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء جس کے ہم نہایت مشکور و ممنون ہیں۔ آج مبلغ سولہ روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کئے گئے ہیں۔ رسید سے اطلاع دیویں۔ مجھے افسوس سے تحریر کرنا پڑا۔ کہ میر عزیز الدین صاحب بوجہ ایک سخت چوٹ لگ جانیکے ہسپتال میں ہیں۔ اب انشاء اللہ آرام ہے۔ وہ بہت جلد کام پر واپس آنے والے ہیں۔ چونکہ وہ خط لکھنے سے معذور تھے۔ انہوں نے بندہ کو آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنیکے لئے کہلا بھیجا۔ میں گو ایک غیر احمدی ہوں۔ مگر مجھے اس جماعت سے خاص الفت ہے۔ چنانچہ آپ کے تبلیغی پرچہ نور سے خاص ہمدردی ہے۔ واقعی یہ ایک ہی اخبار ہے جو سکھوں جیسی بہادر قوم میں تبلیغ کا کام انجام دے رہا ہے۔ بندہ اس سے پیشتر بھی آپکا پرچہ اکثر دوسرے اصحاب سے لیکر پڑھتا۔ اب خریداری کا ارادہ ہے۔ خدا توفیق بخشتے ہیں۔ اس پرچہ سے بہت کافی طور سے تبلیغ کا کام ملتا ہے چنانچہ میرے قریب اکثر سکھ قوم کے لوگ ہیں۔ جن میں اخبار زیادہ موزوں اور پر اثر ثابت ہو رہا ہے۔ خدا سب کو ہدایت بخشے اور دیگر ذریعہ نور کے واسطے پیدا کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے۔ اکثر اصحاب اسکی باقاعدہ نہ آنیکی شکایت کرتے ہیں۔ اور جس کی طرف آپکی توجہ خاص طور پر دلائی جاتی ہے۔ یہ بات گو ہم جاننے والوں سے نہاں نہیں ہے کہ آپکو اکثر اوقات تبلیغی دورہ پر جانا پڑتا ہی حتیٰ کہ یا غیر معمولی وجوہات سے پرچہ کی اشاعت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ آپکی وجوہات سے واقفی درست اور بجا ہر ایک کو اسپر غور کرنا چاہیئے۔ یہ بھی اسلام کا اہم فرض ہے۔ جس کو بجا لانیکی خداوند کریم نے آپکو توفیق بخشی ہے خدا آپکو اجر عظیم دیوے۔ نیز آپکی اس کوشش کی بھی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن پاک کا گورمکھی ترجمہ کر کے آپنے درحقیقت اسلام کی ایک عظیم خدمت کی ہے۔

نیازمند خواجہ حسین علی۔

نوٹ:۔ خاکسار ایڈیٹر نور کے لئے جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا۔ مشکریہ یہ آپ کا حسن ظن ورنہ من آنم کہ من دانم آج ۲۸ اکتوبر ہے۔ ابھی تک آپکا مرسلہ منی آرڈر ۱۶ کا نہیں پہنچا آپ فوراً مقامی ڈاکخانہ سے اسکی وجہ دریافت کریں ایسا نہ ہو کہ زیادہ دیر کی وجہ سے منی آرڈر گم ہو جائے۔

؎ جزاک اللہ آج منی آرڈر وصول ہو گیا۔ مینجر ۳۰ء

اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ مگر اپنی طرف سے یہ پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اس قوم میں ایک نظام ہے پنچائتیں ہیں۔ کمیٹیاں ہیں۔ ان میں باقاعدہ سکرٹری ہیں۔ میں مختلف شہروں میں دورہ کرتا ہوا ان کے سرکردہ اشخاص سے ملا ہوں۔ ان کے خیالات کا مطالعہ کیا ہے۔ جس سے مجھ واضح طور پر معلوم ہوا ہے۔ کہ چمار برادری ایک ایسا مذہب طلب کر رہی ہے۔ جو ان کو صحیح معنوں میں اپنے اندر جذب کر سکے۔ اور اس مذہب کے پیرو ان کو اپنا بھائی بنا لیں ابھی پچھلے سال آگرہ کے چماروں میں تبدیلی مذہب کے مشورے ہو رہے تھے۔ اب اٹاوہ کے چماروں نے ہندوؤں کو ایک نوٹس بذریعہ اشتہار دیا ہے۔ کہ یا تو ہمیں ہندو بھلے کچھ اپنا بھائی بنالو۔ ورنہ ہم کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیں گے ابھی یہ خبریں اخباروں میں گشت ہی لگا رہی تھیں کہ ہمدم میں گورکھپور کے سکرٹری نے شایع کیا کہ اس علاقے میں دو لاکھ چمار اسلام کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اگر مسلمان اس طرف توجہ کریں تو کامیابی ہو سکتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم یو۔ پی کے علاقے میں چمار برادری کے اندر تبدیلی مذہب کی ایک زبردست رو پیدا ہو چکی ہے۔ اگرچہ ان لوگوں نے غلط فہمی سے پہلے ہندو دھرم کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ جو ان کے لئے نہ کبھی کھلا ہے اور نہ کھلے گا۔ مگر آخر ان کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان کے دلی مقصد کو پورا کرنے والا مذہب دراصل اسلام ہے۔ کیونکہ یہ لوگ مالدار ہیں۔ لالچی نہیں ہوشیار ہیں۔ ملکانہ صفت نہیں۔ اور ان کے مکر و فریب میں نہیں آسکتے۔ بڑے سمجھدار ہیں۔ اس لئے یہ بہت جلد صحیح راستہ پر آسکتے ہیں۔ بشرطیکہ مسلمان اس طرف توجہ کریں۔

اٹاوہ کے چماروں نے جو اشتہار دیا ہے میں نے اس کو پڑھا ہے۔ سوال دیگر جواب دیگر والا حساب ہے۔ کچھ طفل تسلیاں ہیں۔ کچھ اسلام پر اعتراض کر دیئے ہیں حالانکہ اس وقت آریوں کو یہ چاہیئے تھا۔ کہ خوش آمدید کہتے۔ ہندو دھرم کی خوبیاں بیان کرتے۔ اور جو ہڑوں کو بھی دعوت دیتے۔ مگر ٹال مٹول کر کے بچوں کا پرچادا کر دیا۔ لیکن آریہ خوب سمجھ لیں۔ یہ بھولے بھالے ملکانے نہیں۔ نہ ان کو تمہارے روپیہ کی ضرورت ہے۔ نہ اور کوئی لالچ۔ یہ لوگ تو حقیقی طور پر کہاں پان کرنا چاہتے ہیں۔ اور روٹی بیٹی کے بیوہار کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے اب اٹاوہ کے چمار جواب الجواب لکھ رہے ہیں جو عنقریب شایع ہوگا۔ اگر ضرورت ہوگی۔ تو ان سب اشتہاروں کو ہم شایع کر دیں گے۔ تاکہ ناظرین بذات خود اندازہ کر لیں۔ کہ کس طرح چمار ملاپ کے لئے تڑپ رہے ہیں۔

پس اسوقت اگر مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ تو یقیناً ان کو خدا کے روبرو جواب دینا ہوگا کیونکہ اسلام بادشاہ کے لئے بھی آیا ہے۔ فقیر کے لئے بھی امیر کے لئے بھی۔ دنیا میں جو ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے لئے بھی۔ اور اونچی قوموں کے لئے بھی۔ غرض ہر ملک ہر قوم کے لئے آیا ہے۔

ان حالات کو پیش کر کے میں خدا کی مقدس جماعت سے مخاطب ہوتا ہوں۔ جس کے سپرد تمام دنیا کی اصلاح کی گئی ہے۔ اے احمدی جماعت اس لئے تجھے بتا دینا چاہیئے۔ کہ اسلام کے دروازے ہر وقت ہر شخص کے لئے کھلے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح سے فرمایا تھا۔ کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ سو اس کا مطلب یہ بھی ہے۔ کہ دنیا کی ہر قوم خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی سب تک تبلیغ پہنچائی جائے گی۔ کیونکہ خدا کا مسیح دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ چھوٹوں کو بڑا کر دے۔ ذلیلوں کو عزت دے۔ پیاسوں کو پانی پلائے۔ بے قرار روحوں کو تسکین دے۔ مردہ قوموں کو زندہ کرے۔ اور نیچوں کو اونچا کرے۔ سو اٹھو اے بہادرو! اپنے پیارے آقا کے مقصد کو پورا کرو۔ آج چمار بھی ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ چھوٹے خیال کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بیچارے پیاس حق میں مبتلا ہیں۔ ان کی روحیں بیقرار ہیں۔ وہ اطمینان چاہتی ہیں۔ ان کو بتا دو کہ اسلام کی شرن میں ہی آ کر شانتی پراپت ہو سکتی ہے۔ فقط والسلام

محمد شفیع اسلم فرخ آباد

سوامی دیانند اور پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

از قلم شریمان پنڈت گیان چند جی طالب علم ایف۔ اے۔ امرتسر

سوامی دیانند جی کے متعلق آریہ سماجین کچھ کہیں نہیں رشی بناویں مہرشی کہدیں۔ بھگوان کی ڈگری دیکر خوشی سے پھولے نہ سمادیں لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ سوامی دیانند رشی و مہرشی لائن میں آ ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ شریمان جی کی پستکوں میں بہت سے ایسے خیالات درج ہیں۔ کہ جو سراسر دروغ بیانی کے سلسلے میں آتے ہیں۔ یا آریہ سماجیوں کا خود ساختہ دلائل کا مجموعہ ہے سوامی دیانند جی کی زندگی اور اس میں جو خیالات پائے جاتے ہیں۔ ایک منصف مزاج کی نظر میں ان کے اندر بہت سی غلطیاں ہیں۔ یا ایسی تحریرات پائی جاتی ہیں۔ کہ جو صداقت کی کسوٹی کی رگڑ میں نہیں اتر سکتی ہیں سلسلے کے لحاظ سے میں چند خیالات درج کرتا ہوں۔

(۱) جن ایام میں سوامی دیانند کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے خیالات کو لیکر کوئی خاص کتاب شائع کرا دوں تو آپ نے بڑے غور اور تامل کے ساتھ ایک کتاب ستیارتھ پرکاش بنائی۔ جونہی وہ پستک چھپکر تقسیم ہوئی آریہ سماجی حلقہ میں سوامی دیانند جی کی عظمت کا ڈنکہ بجنے لگا۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ پستک ۱۸۷۵ء میں چھپی تھی مگر سوامی دیانند جی کی موت کے بعد دوسری دفعہ کی جو چھپی ہوئی ستیارتھ پرکاش لوگوں کے سامنے آئی اس میں اور پہلی بار کی چھپی ہوئی ستیارتھ پرکاش میں زمین آسمان کا فرق پایا گیا۔

(۱) پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش میں شرادھوں کا منڈن دکھایا ہے اور سوامی دیانند جی نے مرتک شرادھ کے فواید دکھلائے ہیں ہون میں گوشت کی بدھی کا بھی ابتدائی گرنتھوں میں آرڈر پایا جاتا ہے جیتی سدا کی ہوتی ہے اس اصول کو بھی مانا ہے۔ یا گائے گدھے کو برابر بتلایا ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش میں مرتک شرادھ کا کھنڈن کیا ہے۔ اور گوشت وغیرہ کے متعلق بھی کچھ فرق پایا جاتا ہے۔ اور مکتی کی بھی حد باندھ دی ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں و دیگر مذاہب کے سلسلے میں بھی بہت کچھ فرق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش اور دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش میں مضامین اور خیالات میں بہت زیادہ فرق ہے۔

سوامی دیانند کو رشی بتلانیوالے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں۔

اور ایمانداری سے ہمیں بتلا دیں۔ کہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش میں جو کچھ لکھا ہوا ہے۔ وہ غلط کیوں ہے۔ یہ بتلانا۔ کہ چھاپے کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ یا پروف پڑھا نہیں گیا ایک فضول بہانہ ہے۔ اور کوئی منصف مزاج اس صورت میں جبکہ راجہ جے کشن داس مراد آبادی کے اہتمام سے پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش چھپی اور انہی کے حکم پروف وغیرہ دیکھے گئے۔ اور راجہ صاحب کی مہر اس پستک پر لگی ہوئی ہے۔ اس فضول وجہ کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ صفوں کے صفحے اور عبارت کی عبارت غلط بن گئی ہو۔ یا پروف نہ دیکھنے سے ایسی فاش غلطیاں ہو گئی ہوں۔ جبکہ اگر چند صفحوں کی غلطیاں ہو جاویں۔ تو کتاب کے اخیر میں غلط نامے بھی چھپتے ہیں۔ یہ بھی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ سوامی دیانند جی کے ساتھی پنڈت برہمن تھے۔ اس لئے ان برہمنوں نے ملاوٹ کر دی۔ لیکن ایسا بہانہ کرنے والوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ تمام پروف تو سوامی جی کے پاس جاتے تھے۔ یا راجہ جے کشن داس جی کے اہتمام سے یہ کتاب چھپی۔ پھر کسی براہمن نے جو اس وقت آریہ سماجی ہی تھا۔ ستیارتھ میں ملاوٹ کر دی؟ کیا کتاب چھپنے پر کوئی فوراً اعلان نکلا۔ کہ کسی پنڈت نے ملاوٹ کر دی ہے۔ نیز دس سال تک یہ کتاب آریہ سماجیوں میں رائج رہی۔ اس سے پہلے یعنی دو ایک سال کے بعد کسی آریہ سماجی یا سوامی دیانند کو کبھی یہ خیال سوجھا کہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش غلطیوں سے چوپٹ ہے اور جو میرے سدھانت ہیں اس کے بھی خلاف اس میں مضامین چھپے ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ پہلی بار کی چھپی ہوئی ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند جی کے خیالات کا آئینہ تھی۔ اور وہ خود سوامی دیانند نے اپنے جیون میں چھپائی تھی۔ پس انصاف و ایمانداری صاف بتلا رہی تھی۔ کہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش خود سوامی دیانند نے تصنیف کی تھی۔ اور دس سال تک دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش نہیں چھپی۔ کل آریہ سماجیوں کا ایمان پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش پر رہا۔

ایک زبردست خیال یا سوال

اگر پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش ویدوں کے خلاف ہے۔ تو دس سال تک جن آریہ سماجیوں نے اس کتاب پر ایمان رکھا اور ہو سکتا ہے۔ کہ کئی ایک سماجی انہیں خیالات میں منتقل کر گئے۔ اس کتاب کے غلط خیالات کے ذریعہ جو انہیں روحانی نقصان پہنچا اس کا ذمہ دار کون ہے۔ اور دس سال تک جو گناہ یا پاپ یا غلطی پہلی بار کی پستک سے ہوئی۔ اس کی سزا کس کو ملے گی۔ آریہ سماجی لیڈر

میری عینک چھوٹ گئی
اور میرے دوست کی خراب آنکھیں اچھی ہو گئیں

آج ہمارا رجسٹرڈ موتی سرمہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر مانا گیا ہے۔ جناب شفیع الدین صاحب ہ ہ نورتھ ہمپٹن شائر رجمنٹ کراچی سے لکھتے ہیں کہ آپ کا سرمہ بندہ نے استعمال کیا جس سے بہت فائدہ ہوا بندہ تین سال سے عینک لگاتا تھا۔ آپ کا سرمہ لگانے سے عینک کی عادت جاتی رہی۔ نیز میں نے ایک آریہ صاحب کو دیا۔ اس کی آنکھیں بہت خراب تھیں۔ وہ کبھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اب اس سرمہ سے اس کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔ اور اب خوشی سے تمام دن پڑھتا ہے اور اس سرمہ کی بہت تعریف کرتا ہے۔ براہ کرم دو تولہ سرمہ اور بذریعہ وی۔ پی بھیج دیجئے۔

اس سارٹیفکٹ کے جھوٹا ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ کا نقد انعام دیا جائے گا۔ قیمت فی تولہ صرف ۱۲/ پانچ تولہ پر محصولڈاک معاف۔

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ موتی سرمہ رجسٹرڈ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

محافظ صحت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد مکرم بلاشبہ علم طب کے بادشاہ تھے۔ آپ کا یہ نایاب نسخہ ہے جو ہمیں جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد خان صاحب کے ذریعہ سے دستیاب ہوا ہے۔ یہ نسخہ کیا ہے۔ گویا انسانی زندگی کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اس کا روزانہ استعمال کمزور کو طاقت ور بنانے۔ اور طاقتور کو بفضل خدا ناگہانی بیماریوں سے محفوظ رکھنے۔ بھوک کو کھولنے۔ حافظہ کو تیز کرنے رنگ کو نکھارنے۔ دل و دماغ کو تقویت دینے۔ پٹھوں کو مضبوط بنانے۔ اور قبل از وقت بالوں کو سفید ہونے سے بچانے۔ اور طبیعت میں خوشی و نشاط پیدا کرنے۔ اعضائے رئیسہ و شریفہ کی زائل شدہ قوت کو بحال رکھنے۔ گری ہوئی جوانی کے قیام اور ضعیفی کی حفاظت کرنے کے لئے یہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ یہ نسخہ کیا ہے گویا حیات انسانی کے لئے ایک نادر اور قابل قدر تحفہ ہے۔ اور حقیقی معنوں میں محافظ صحت ہے۔ صرف نباتاتی اجزا اور کستوری سے مرکب ہے۔ ایک ماہ کی خوراک للعہ پورا فائدہ تین ماہ کی خوراک سے ہی ہوگا۔ تین ماہ کی خوراک کی قیمت بجائے للعہ کے صرف ۱۲ لی جائے گی۔ ملنے کا پتہ: منیجر کارخانہ موتی سرمہ رجسٹرڈ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پلیڈر اور دلیل و عقل کے ماننے والے ہیں۔ ان امور کا کیا تسلی بخش جواب دے سکتے ہیں۔ پرماتما نے انسانی زندگی دی ہے۔ تعصب بالائے طاق رکھکر غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا سوامی دیانند رشی کہلانے کا حق رکھ سکتا ہے جس کی مذہبی یادداشت پستک دس سال کے اندر اپنے سدھانتو کو بدل دینا چاہتی ہے۔ نیز جب سوامی دیانند جی دوسری دفعہ کی چھپی ہوئی ستیارتھ پرکاش کے وقت نہ تھے تب کیسے خیال کیا جاسکیگا۔ کہ دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند کی بنائی ہوئی ہے۔ وجہ کوئی خاص اور معقول بتلانی چاہیئے۔ کہ پہلی بار کی ستیارتھ کیوں منسوخ کی گئی۔ اور دوسری بار کی سوامی دیانند جی نے بنائی۔ مسلمان۔ عیسائی۔ یا دیگر مذاہب اپنی الہامی یا متبرک پستکوں کو کبھی تبدیل نہیں کرتے۔ اور نہ ہی کوئی ایسا مانتا ہے۔ کہ جو دس سال کے بعد بدل دیوے لیکن آریہ سماج جو بنیاد دلیل منطق و فلاسفی پر رکھتی ہے اس کی پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش دس سال کے اندر ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔ کیا اس کتاب کا مصنف کبھی بھی رشی کہلا سکتا ہے۔ ایک ایسی کتاب جو دس سال میں ہی تبدیل ہو جاوے۔ کسی غیر مذاہب کی مذہبی کتب کے مقابلہ میں مذہبی کتاب کہلا سکتی ہے ہرگز نہیں۔

پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش کی منسوخی کے متعلق ایک بناوٹی اعلان

دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند جی کی موت کے بعد چھپی۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے۔ کہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش ہی اصلی ستیارتھ پرکاش ہے اور دوسری نقلی۔ مگر اس نقلی ستیارتھ پرکاش میں جو اعلان پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش کے متعلق شایع ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ جب میں نے یہ کتاب ستیارتھ پرکاش بنائی تھی۔ اس وقت اور اس سے پہلے سنسکرت میں گفتگو کرنے اور پڑھنے پڑھانے میں سنسکرت ہی بولنے اور مادری زبان گجراتی ہونے کی وجہ سے مجھے اس آریہ بھاشا زبان سے زیادہ واقفیت نہ تھی۔ اس لئے عبارت غلط ہوگئی تھی۔ اب بھاشا (آریہ بھاشا) بولنے اور لکھنے کا ربط ہوگیا ہے۔ اس لئے اس کتاب کو گرائمر کے مطابق درست کرکے دوسری دفعہ چھپوایا۔ اس دفعہ کہیں کہیں الفاظ فقرات اور عبارات میں فرق ہوا ہے جو مناسب تھا۔ کیونکہ اس کے بدوں عبارت میں درستی مشکل تھی۔ مگر مفہوم و مطلب میں فرق نہیں آیا ہے۔ البتہ اس کو واضح ضرور کر دیا ہے۔ نیز پہلی بار چھپنے میں جو بعض دفعہ غلطی رہ گئی تھی۔ وہ بھی درست ہے۔

مذکورہ بالا اعلان جو پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش کے متعلق آریہ سماجیوں کے نزدیک سوامی دیانند جی صاف بتلا رہا ہے۔ کہ یہ کیا جھوٹا اور غلط اعلان ہے جبکہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش سوامی دیانند جی کے جیتے جی چھپی اور فوراً اس کے متعلق اعلان نہ کیا گیا۔ اور دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش سوامی جی کے مرتیو بعد چھپی خیر اگر مان بھی لیا جاوے۔ تو یہ اعلان سوامی دیانند جی کا ہے۔ تب ہمارا یہ سوال ہے۔ کہ جن ایام میں پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش چھپی تھی۔ اس وقت سوامی جی کو آریہ بھاشا نہیں آتی تھی۔ کیا ان ایام یا تھوڑے عرصے بعد کوئی اور کتاب تو سوامی دیانند جی نے نہیں بنائی کہ جو صحیح تھی، اور اس کی عبارت درست تھی۔ ہم بتلاتے ہیں کہ سنسکار ودھی نیز رگ وید بھاشیہ بھی سوامی دیانند جی نے بنائے تھے۔ اس کی عبارت درست تھی۔ لہذا سوامی دیانند جی کا یہ بیان قطعی غلط ہے۔ کہ وہ آریہ بھاشا نہیں جانتے تھے۔

جس زبان یا بھاشا کو کوئی نہ جانے اگر پھر اسمیں پستک لکھے تو وہ کیا خطاب حاصل کرتا ہے

سوامی دیانند جی نے جہاں شری گورو نانک دیو جی کے متعلق ستیارتھ پرکاش میں ریویو کیا ہے۔ وہاں یہ لکھا ہے کہ (ستیارتھ پرکاش مستند اردو ترجمہ چھٹی بار صفحہ ۴۹۹) چاہتے تھے۔ کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں مگر بغیر پڑھے سنسکرت کیسے آسکتی ہے۔ ہاں ان گنواروں کے سامنے کہ جنہوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہ تھی سنسکرت بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے ہوں گے۔ یہ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش بغیر کبھی نہ کرتے نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے۔ کرتے رہتے۔ اور یہ بھی کہہ دیتے کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا۔ جب خود پسندی تھی۔ تو عزت و شہرت کے لئے کچھ دمبھ بھی کیا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

گویا سوامی دیانند جی کی مذکورہ بالا تحریر صاف بتلا رہی ہے۔ کہ جو شخص کسی زبان کو نہیں جانتا ہو۔ اس میں کتاب نہ لکھنی چاہیئے۔ ورنہ وہ شہرت اور عزت کے لئے دمبھ کرتا ہے۔ اس صورت میں جب سوامی دیانند جی آریہ بھاشا نہیں جانتے تھے۔ تو پھر اس بھاشا میں مذہبی کتاب کیوں لکھی۔ کیا اپنی ہی تحریر کے بموجب عزت و شہرت کے بھوکے نہ تھے۔ اور انہوں نے دمبھ نہیں کیا ہے۔ نیز سوامی دیانند جی عربی و انگریزی نہیں جانتے تھے۔ لیکن انہوں نے قرآن (مجید) اور انجیل کا رد کیا ہے۔ خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ جو اعتراض زبان نہ جاننے کے سلسلہ میں گورو نانک جی پر کیا گیا ہے۔ کم سے کم وہ اعتراض تو سوامی دیانند جی پر ضرور عائد ہوتا ہے۔ ایک اور مزیدار بات یہ ہے۔ کہ سوامی جی لکھتے ہیں۔ کہ پہلی بار اور دوسری بار کی ستیارتھ پرکاش میں گو عبارت و لفظوں فرق آیا ہے۔ مگر مطلب و مفہوم میں کچھ فرق نہیں پڑا منصف مزاج غور فرماویں۔ کہ پہلی بار کی ستیارتھ پرکاش میں تو مردوں کے شرادھ وغیرہ کا منڈن اور دوسرے میں کھنڈن حالانکہ مرتک شرادھ کے کھنڈن میں کئی ایک دلائل بھی دیئے گئے ہیں کیا ان کے مطلب میں بھی فرق نہیں آیا۔

کیا نتیجہ نکلا:۔ اخیر میں ہم ان تمام اصحاب سے جو مذہبی معاملات میں تحقیقات کرنے کے خواہشمند ہیں۔ ان سے ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ جس شخص کی پہلی بار تصنیف اور پھر اسی تصنیف کو دوسری دفعہ چھاپنے کے وقت اتنا رد و بدل کیا گیا ہو اسکی پستک یا اسکے پراچارک ایمان لانیوالے ملک و قوم کی دکھوں سے بچا کر خود آرام و آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں

سلاطین مغلیہ کا سکھوں کے ساتھ سلوک

مسلمان اور سکھوں کے قدیمی تعلقات

شر آمیز غلط بیانیوں کی تردید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قریباً تین سو سال سے لگاتار ہندو صاحبان سکھ بھائیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے چلے آ رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے سکھوں اور سکھ گوروؤں پر یہ یہ ستم کئے۔ حالانکہ خود سکھوں کی تاریخ میں یہ واقعات موجود تھے۔ کہ اس ستم کیشی میں مسلمانوں کی نسبت سکھوں کو اکسانے والوں کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ اور مسلمان بحیثیت مجموعی ہمیشہ سکھوں کے ہمدرد اور خیر خواہ رہے۔ الحمد للہ کہ سب سے پہلے ایڈیٹر نور نے اس حقیقت سے نقاب اٹھایا ہے۔ اور ۱۹۱۷ و ۱۹۱۸ء کے نور میں اس تاریخی مغالطوں کی صحت پر مسلسل کئی ایک مضامین شایع کئے۔ اور یہ سلسلہ اس قدر مقبول ہوا کہ خود سکھوں کے کثیر الاشاعت اخبار اخبار لائل گزٹ نے اس سلسلہ مضامین کو اپنے اخبار میں حرف بحرف شایع کیا۔ اب خواجہ حسن نظامی صاحب نے بھی وہی آواز بلند کی ہے۔ جسے ہم بخوشی درج اخبار کرتے ہیں۔ مگر مغالطہ آمیز گرد ہوائی کی فضا کو صاف کرنے کے لئے کئی حسن نظامیوں کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کہ مسلمانوں کا اخباری طبقہ اس ضروری شعبہ کی طرف خصوصیت سے توجہ دے۔

اڈیٹر

ذیل میں خواجہ حسن نظامی صاحب کی اس تقریر کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے بعض خود ساختہ غلط بیانیوں کی حقیقت پر سکھوں اور سلاطین مغلیہ کے تعلقات قایم ہو جاتے ہیں:۔

گورو نانک صاحب کے زمانہ میں مغل قوم ہندوستان پر حملے کر رہی تھی۔ اور پٹھان قوم کی حکومت چراغ سحری بن رہی تھی۔ ایسے انقلاب کے زمانہ میں ہر ملک کی حالت خراب ہو جایا کرتی ہے۔ اور ایسے ہی وقت قدرت کسی ہادی یا رہنما کو پیدا کرتی ہے۔ جو لوگوں کی مذہبی و اخلاقی حالت کو سنبھالے اور درست کرے۔ پس گورو نانک صاحب کا ظہور ہوا اور انہوں نے وہی کام شروع کیا جسکی اس وقت ضرورت تھی۔

ان کے زمانہ تعلیم کا تعلق رعایا سے تھا۔ اس لئے کوئی سیاسی پیچیدگی پیدا نہ ہوئی۔ لیکن ان کے جانشینوں کا زمانہ آیا تو سکھوں کی بڑھتی ہوئی طاقت حکمرانوں کو خطرناک معلوم ہوئی۔ اور وہ محض اپنی حکومت کے لئے سکھوں کے خلاف ہو گئے۔ یہ مخالفت سکھوں کے مذہب و عقیدہ سے نہ تھی۔ کیونکہ سکھوں کے مذہب و عقیدہ میں کوئی بات ہی ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف ہوتی بلکہ یہ مخالفت محض پولیٹیکل اور سیاسی تھی۔

اور پولیٹیکل و سیاسی معاملات میں حکمران لوگ کبھی مذہب کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے نواسے حضرت امام حسینؑ اور ان کے صاحبزادوں کو شہید کیا۔ وہ بھی مسلمان تھے اور اس بات کو جانتے تھے۔ کہ رسول اللہ کی اولاد ہیں محض دنیا کی خاطر شہید کیا۔

ہندوستان میں ہندو راجہ اپنے آپ کو اپنی مال کو اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اور اپنی اولاد کو محض حکومت کی خاطر قتل کر ڈالتے تھے۔

راجہ کنس نے اپنی بہن کے بچوں کو محض حکومت کے لئے ہلاک کیا۔ اور سری کرشن جی نے اپنے ماموں راجہ کنس کو قتل کیا۔

سری رام چندر جی کو محض حکومت کے لالچ میں ان کی سوتیلی ماں نے برسوں جنگلوں میں پھرایا۔ مہابھارت میں محض حکومت کے لئے بھائیوں نے بھائیوں کو اور شاگردوں نے استادوں کو اور چیلوں نے گوروؤں کو قتل کر ڈالا۔

جہانگیر اپنے چاہنے والے باپ اکبر سے محض حکومت کے لئے باغی ہوا۔ شاہ جہاں نے بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ فقط حکومت کے لئے بدسلوکیاں کیں۔ عالمگیر نے اپنے باپ کو قید کیا۔ بھائیوں کو مارا۔ کیوں؟ محض حکومت کے لئے۔

جلال الدین خلجی نے حضرت سیدی مولا جیسے درویش کو محض اس شبہ میں ہاتھی سے چروا دیا کہ وہ حکومت کے خلاف سازش میں مصروف ہیں۔ اور حضرت سرمد کو عالمگیر نے صرف اس شبہ میں قتل کروا دیا کہ وہ دارا شکوہ کے ہمدرد ہیں۔ اور لوگوں کو دارا کی حمایت کا جوش دلاتے ہیں۔

آج کل نوجوان ترکوں نے حضرت سید ابوالہدیٰ کو اتنی سی بات پر جیل خانہ بھیج دیا کہ وہ سلطان عبد الحمید خاں کے پیر تھے۔ اور بیچارے سید صاحب جیل ہی میں مر گئے۔

موجودہ حکومت تو سامنے موجود ہے وہ سیاسی مصلحت سے جو کام کرتی ہے اسکو سب جانتے ہیں۔ پس آپ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سکھوں کے گورو صاحبان کے ساتھ اگر مسلمان حکومت کے زمانہ میں زیادتیاں ہوئیں تو اس وجہ سے نہیں کہ مسلمان سکھ مذہب کے دشمن تھے بلکہ پولیٹیکل اور سیاسی اسباب سے یہ سب کچھ ہوا۔

ان مظالم کے بانی

مگر افسوس ہے کہ گورو صاحبان پر جو ظلم ہوئے اس کے بانی ہندو صاحبان تھے۔ سکھوں کی تاریخ سے پورا

ہوا سے کبھی نہ بھولئے ہم

کہ موتی سرمہ رجسٹرڈ صرف ہمارے ہاں سے ہی مل سکتا ہے۔ یہ موتی سرمہ کی قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے کہ گذشتہ سالانہ جلسہ پر ہر دوا فروش نے اپنے سرمہ کا نام موتیوں کا سرمہ رکھ لیا تھا مگر اب یہ نام رجسٹرڈ ہو چکا ہے کوئی دوسرا انہیں رکھ سکتا۔ ہم نقلی سرمہ بھی بنا کر رکھتے ہیں۔ جسکی قیمت ۴ر تولہ ہے۔ جبکہ ایک تولہ موتی سرمہ کی قیمت ہے۔

موتی سرمہ:۔ ان کل امراض چشم کیلئے حکمی علاج ہے جنمیں آجکل مرد و عورت بچے۔ جوان۔ بوڑھے مبتلا ہیں۔ پتہ:۔ مینیجر نور اینڈ کمپنی نور بلڈنگ قادیان پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پوری طرح ثابت ہے۔ کہ مسلمان حکمران اس ظلم وجور کو بہت برا سمجھتے تھے۔ مگر مسلمان بادشاہوں کے ہندو عہدہ دار ان کو مجبور کر کے ظلم کراتے تھے۔

بابا چندو لال صاحب کے حالات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمان حاکم کی اطلاع کے بغیر گرو صاحبان پر محض اپنی ذاتی عداوت سے ظلم کئے۔

کیا آپ پانچویں گورو ارجن صاحب کے حالات کو نہیں جانتے۔ جن کے خلاف اکبر بادشاہ کے ہاں دیوان چندو لال نے عرضی دی کہ گورو صاحب نے اسلام کے خلاف کتاب لکھی ہے۔ مگر جب اکبر نے تحقیقات کی تو دیوان چندو لال کا بیان جھوٹ نکلا۔ اور اکبر نے گرو صاحب کی بڑی عزت کی۔

پھر جہانگیر کے زمانہ میں اسی چندو لال نے بادشاہ کی اطلاع کے بغیر گرو صاحب پر گرم ریت ڈالی۔ اور ان کو مردہ گائے کی کھال میں سینے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ انہیں سختیوں اور ظلم وجور کی حالت میں جو چندو لال نے گورو صاحب پر کیں۔ گورو صاحب کا انتقال ہوگیا۔

اور دبستان مذاہب کے بیان کے موافق چندو لال نے گورو صاحب کو لاہور کے نیچے دریا میں گرا دیا اور شہید کر دیا۔ مگر کیسی حیرت کا مقام ہے۔ کہ جو ظلم ہندوؤں نے گرو ارجن صاحب پر کئے۔ اور مسلمان حکومت کی بے خبری میں کئے۔ اور مسلمان حکومت کی بے اجازت کئے۔ اس کا الزام بھی مسلمان پر لگایا جاتا ہے۔ اور آج کل کے وہ لیڈر جو سکھوں اور مسلمانوں کو لڑانا چاہتے ہیں۔ ان قصوں کو بڑے زور شور سے بیان کرتے ہیں۔ اور اس سے نہیں شرماتے کہ انہیں کے بزرگوں نے گرو صاحب پر ظلم کئے تھے مسلمانوں کا کچھ قصور نہ تھا۔

جب گورو ارجن صاحب پر ظلم ہو رہا تھا حضرت میاں میر صاحب درویش گرو صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا کہ میں آپ کی مدد کو تیار ہوں مگر گرو صاحب راضی نہ ہوئے اور امداد قبول نہ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم اور ان کے پیشوا ان مظالم کے سخت خلاف تھے۔ مگر ہندو حضرات کو ظلم کرنے میں لطف آتا تھا۔

کیا مظالم مسلمانوں کی طرف سے کئے گئے

دسویں گرو صاحب یعنی جناب گرو گوبند سنگھ صاحب کے چھوٹے بچوں کا واقعہ اس قدر دردناک ہے۔ کہ کوئی انسان اس کو سنکر غم کے آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں جب اس جگر خراش حادثہ کا حال پڑھتا ہوں۔ تو بیقرار ہو جاتا ہوں مگر خالصہ جی ذرا اسکا خیال بھی کرنا کہ یہ واقعہ کیوں ہوا۔ اس کے بانی کون تھے۔ اور کس کے زور دینے سے سرہند کے مسلمان حاکم نے ایسا کیا۔

آپ لوگ گرو صاحبان کی تاریخ سے خوب واقف ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ پہاڑوں کے ہندو راجہ گرو گوبند سنگھ صاحب سے از حد رشک وحسد رکھتے تھے۔ جن میں بھیم چند اور راجہ اجمیر چند گرو صاحب کا بہت ہی بڑا دشمن تھا۔ اس نے ہمیشہ گرو صاحب سے مقابلہ کیا اور ہمیشہ منہ کی کھائی۔ آخر راجہ اجمیر چند بہت سے ہندوؤں کو لیکر دہلی کے بادشاہ کے ہاں فریاد کرنے گیا۔ اور خبر نہیں کیسے کیسے جھوٹ بولکر بادشاہ کو گرو صاحب سے ڈرایا۔ اور بناوٹی الزام گرو صاحب پر لگائے۔ اور شاہی فوج لیکر گرو صاحب پر حملہ آور ہوا اور جب کئی لڑائیوں میں راجہ اجمیر چند کو ہار ہوئی تو پھر اور شاہی فوج لیکر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ سکھ تھک گئے اور گورو صاحب نے مجبوراً انندپور خالی کر دیا۔

اس پریشانی کے زمانہ میں گرو صاحب کے دو بچے اپنی دادی کے ساتھ ایک پرانے نمک خوار برہمن کے ہاں چلے گئے تاکہ دشمنوں سے امن میں رہیں۔ مگر ہزار قلق اور رنج کے ساتھ سننے کی بات ہے کہ نمک خوار برہمن ہی نے بچوں کو دشمنوں کے حوالہ کر دیا۔ اور جب حاکم سرہند کے سامنے بچے پیش کئے گئے تو مالیر کوٹلہ کے نواب شیر محمد خان نے نہایت زوردار الفاظ میں حاکم سرہند سے کہا۔ کہ ان بچوں کا کیا قصور ہے لڑائی ان کے باپ سے ہے بچوں کو مارنے کی اسلام نے سخت مخالفت کی ہے یہ سنکر جناب سچا نند صاحب کھتری سے نہ رہا گیا۔ اور انہوں نے حاکم سرہند سے کہا۔ ع

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود

یعنی بھیڑیہ کا بچہ آخر بھیڑیہ ہوتا ہے۔ اس واسطے ان بچوں کو ضرور قتل کر دینا چاہیئے۔ اس قصہ کو بھائی گیان سنگھ صاحب گیانی نے تواریخ گورو خالصہ اول کے صفحہ ۷۶۲ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ کہ مسلمان نواب نے تو بچوں کی جان بچانی چاہی۔ مگر ایک ہندو کھتری صاحب نے بچوں کے قتل پر زور دیا یہاں تک حاکم سرہند نے اپنے ہندو دیوان کے اصرار سے ان بچوں کو قتل کرا دیا۔

میں دیکھتا ہوں۔ آپ بھی دیکھتے ہیں اور سارا ہندوستان دیکھتا ہے۔ کہ ہر سال ہندو اخبارات اور ہندو لیڈران ان بچوں کا ذکر لکھکر سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف جوش دلاتے ہیں۔ مگر کوئی اس پتہ کی بات کو نہیں لکھتا کہ اس سخت ظلم کے اصلی بانی اور اصلی محرک ایک ہندو صاحب تھے۔ اور مسلمان نواب مالیر کوٹلہ نے حاکم سرہند کو اس جفا کاری سے روکا تھا۔

ہر مسلمان جب گورو صاحب کے بچوں کا دردناک حال سنتا ہے تو بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ واقعہ ایسا سخت ہوا ہے کہ تاریخ ہمیشہ اس پر ماتم کرتی رہے گی۔ مگر تاریخ یہ بھی یاد دلائے گی کہ بچوں کے قتل کے بانی راجہ اجمیر چند تھے۔ جو گرو گوبند سنگھ صاحب پر چڑھ کر گئے اور دہلی کی فوج چڑھا کر لائے۔ اور جنہوں نے بادشاہ کو گورو صاحب کے خلاف جھوٹی رپورٹوں سے بھڑکایا۔

اور اس قتل کا باعث گرو صاحب کا وہ نمک پروردہ برہمن تھا۔ جو موضع کھیڑی میں رہتا تھا۔ اور جس نے تمام عمر گورو صاحب کی داد و دہش سے پرورش پائی تھی۔ اور جس نے اپنے گھر آئے ہوئے آقازادوں کو دشمن کے حوالہ کر دیا۔ اور اس کو یہ خیال تک نہ آیا کہ برہمن کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ ایک کمینہ سے کمینہ آدمی کے ہاں کوئی شخص پناہ لیتا ہے تو وہ اس کی حفاظت میں اپنی جان گنوا دیتا ہے۔

(باقی آئندہ)